مولانا محمد یوسف انور

تحریکِ ختمِ نبوت اور علمائے اہلِ حدیث

آج سے چونتیس سال قبل 7 ستمبر 1974ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا اور اسطرح 90 سال بعد قادیانی فتنہ اپنے انجام کو پہنچا۔ اس مقصد کے لئے بڑی بڑی تحریکیں چلائی گئیں بحمداللہ ہر تحریک میں علمائے اہل حدیث نے سرفہرست اور ہراول دستہ کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔

مرحوم آغا شورش کاشمیری نے اپنی زندگی کی آخری تصنیف ''تحریکِ ختمِ نبوت'' میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کی سب سے پہلے سرکوبی کرنے والے اہلحدیث عالم دین مولانا محمد حسین بٹالوی تھے جنہوں نے جگہ جگہ مرزا کا پیچھا کر کے اس کے مذموم عقائد اور دعاوی کو باطل ثابت کیا انہوں نے اپنے استاذ گرامی میاں نذیر حسین محدث دھلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر ایسے غلط عقیدہ اور دعوے کرنیوالے شخص کے بارے میں کفر کا فتوی حاصل کیا جبکہ دوسرے مسلمانوں کے مکاتب فکر ابھی سوچ و بچار کر رہے تھے اور ایسے گمراہ کن عقائد کے صغرے کبرے بنانے میں لگے ہوئے تھے۔

انہی ایام میں سردار اھلحدیث مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے تو قادیان جا کر مرزا کو لکارا لیکن اسے مولانا امرتسری کا سامنا کرنے کی جرات و ہمت نہ ہو سکی اس محاذ پر قاضی محمد سلیمان منصور پوری اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمھم اللہ اجمعین کی تحریری و تقریری کاوشوں کو کون نظر انداز کر سکتا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد ۵۳ء کی تحریکِ ختم نبوت میں مولانا محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ (جو اس تحریک کی مرکزی مجلس عمل کے جنرل سیکرٹری تھے) مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا عبد المجید سوہدروی، علامہ محمد یوسف کلکتوی کراچی، مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزاد گوجرانوالہ، مولانا عبدالرشید صدیقی ملتان، مولانا عبیداللہ احرار، حافظ محمد

اسماعیل روپڑی اور حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری ، علامہ احسان الٰہی ظہیر، حافظ عبدالقادر روپڑی رحمھم اللہ اجمعین اور مولانا معین الدین لکھوی، مولانا عبداللہ بورے والا حفظھم اللہ بہت سے نامور علمائے اھل حدیث کا کردار سرفہرست تھا۔ جن میں سے بعض نے کئی کئی ماہ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

اس زمانے میں مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ لمبی مدت تک جیل میں رہنے کیوجہ سے ۵۴ء کی مرکزی کانفرنس ملتان میں بھی شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس تحریک کے دوران فیصل آباد میں شہر کی مرکزی جامع مسجد کچہری بازار میں ایک بڑے جلسے کے بعد مولانا محمد صدیق مولانا احمد دین گکھڑوی، مولانا علی محمد صمصام مولانا ابراہیم خادم تاندلیانوالہ۔ میرے والد مرحوم حاجی عبدالرحمٰن پٹوی رحمھم اللہ اور خود مجھے بھی صغرسنی کے باوجود گرفتار کرلیا گیا۔

یہ سطور لکھنے کا سبب ۷۴ء کی تحریک ختم نبوت ہے۔ جسے ہر سال ہمارے دوست'' 7 ستمبر کو'' یوم فتح کے طور پر مناتے ہیں اور زبان و قلم پر بڑے زور شور سے لاتے ہیں۔ لیکن اسے کم ظرفی و تنگ دلی یا تجاہل عارفانہ کہیں کہ تحریک کے آغاز و پس منظر اور محرکین کے نام تک نہیں لیتے کیونکہ ان میں اہل حدیث علماء کا تذکرہ سب سے زیادہ اور سرفہرست ہے۔ اس بنا پر میں نے ضروری سمجھا کہ قارئین ''ترجمان الحدیث'' اور نئی نسل کی معلومات میں اضافہ کرنے کیلئے حقیقتِ حال کو واضح کر دیا جائے۔

بلاشبہ ۷۴ء کی تحریک ختم نبوت ماضی کی تمام تحریکوں کی نسبت سب سے بڑی اور نتیجہ خیز ثابت ہوئی تھی یعنی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔ یہ تحریک ۲۹ مئی ۷۴ء سے شروع ہوئی اس دن قادیانی جماعت ربوہ کی کمانڈو تنظیم ''الاحمدیہ'' کے غنڈوں نے چناب نگر ریلوے اسٹیشن سابقہ ربوہ پر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے مسلمان طلبہ جو تفریحی ٹور سے چناب ایکسپریس سے واپس آرہے تھے ان پر حملہ کر دیا محض اس جرم کی پاداش میں کہ انہوں نے ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے تھے طلبہ کو مار مار کر ادھ موا اور شدید زخمی کر دیا گیا گاڑی جب فیصل آباد ریلوے اسٹیشن پر پہنچی تو بے ہوش زخمی طلبہ کو گاڑی سے اتار کر سول ہسپتال داخل کرایا گیا۔ اسی اثناء میں مرزائیوں کی اس غنڈہ گردی کی خبر شہر میں پہنچ گئی علمائے شہر مفتی زین العابدین، مولانا تاج محمود، مولانا عبدالرحیم اشرف، مولانا محمد صدیق، مولانا محمد اسحٰق چیمہ

رحمہم اللہ اور راقم السطور فوری طور پر اسٹیشن پہنچے شہریوں کی ایک بڑی تعداد بھی ریلوے پلیٹ فارم پر موجود تھی۔ان علماء نے اپنی تقاریر اور جذباتی شعلہ نوائی سے مشتعل حاضرین اور طلبہ کو یقین دلایا کہ زخمی طلبہ کا خون رائگاں نہیں جانے دیا جائے گا۔اس سانحہ پر احتجاج کرتے ہوئے فی الفور پریس کانفرنس کی گئی اور حکام و پریس نمائندگان کو صورتِ حال کی سنگینی سے آگاہ کیا گیا نیز اگلے روز ہڑتال کا اعلان کیا گیا۔یہ ہڑتال ایسی مکمل تھی کہ شہر کے بازاروں کے علاوہ محلوں اور مضافاتی کالونیوں میں بھی گلی کوچوں کی دکانیں اور کاروبار بند رہا۔ملک کے دوسرے حصوں میں خبریں پہنچنے پر ملک بھر کے علماء نے فیصل آباد کی دینی قیادت سے رابطہ کیا اور یقین دلایا کہ وہ انکی ایک آواز پر لبیک کہنے کے لئے آمادہ و تیار ہیں اور ہمہ قسم کی قربانی دینے سے گریز نہیں کریں گے۔

چنانچہ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ کے مکان جناح کالونی میں ایک مشاورت کے بعد طے شدہ پروگرام کے مطابق راولپنڈی میں مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کی جامع مسجد راجہ بازار میں نمائندہ اجلاس منعقد کیا گیا جس میں شرکت کیلئے فیصل آباد سے علماء کا ایک وفد بنایا گیا اس وفد میں مفتی زین العابدین ،مولانا عبدالرحیم اشرف رحمہم اللہ،مولانا تاج محمود،مولانا محمد اسحٰق چیمہ،مولانا محمد صدیق مولانا محمد شریف اشرف اور راقم الحروف شامل تھے۔چناب ایکسپریس سے راولپنڈی جانے کے لئے فسٹ کلاس کی سات ٹکٹیں خریدی گئیں۔اسٹیشن روانگی سے پہلے مولانا محمد اسحٰق چیمہ نے فرمایا کہ ہم ساتوں کو ٹرین سے نہیں جانا چاہیے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ راستے میں سبھی گرفتار کر لئے جائیں بہتر ہوگا کہ کچھ حضرات بذریعہ روڈ سفر کریں۔اس تجویز کے تحت بزرگ علماء مفتی زین العابدین ،مولانا عبدالرحیم اشرف،مولانا تاج محمود اور مولانا اسحٰق چیمہ ٹرین سے اور مولانا محمد صدیق ،مولانا شریف اشرف اور راقم کار سے عازم پنڈی ہوئے۔

مولانا چیمہ صاحب کی سیاسی بصیرت اور خدشہ دونوں درست نکلے چاروں بزرگوں کو لالہ موسیٰ اسٹیشن پر اتار کر پولیس نے گرفتار کر لیا لیکن بذریعہ روڈ جانیوالے ہم تینوں پنڈی پہنچ گئے دوسرے شہروں سے آنیوالے کئی علماء سے یہی سلوک ہوا تاہم تمام مکاتبِ فکر پر مشتمل علماء کی اچھی خاصی تعداد اس ہنگامی

اجلاس میں موجود تھی۔ اجلاس میں حالات کے جائزے اور تجاویز و آراء کے بعد مجلس عمل ختم نبوت قائم کی گئی۔ جس کے امیر مولانا محمد یوسف بنوری کراچی بنائے گئے اور روپے پیسے کی فراہمی و فنڈز کیلئے میاں فضل حق صاحب ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان ناظم مالیات مقرر ہوئے۔ فیصل آباد سے شروع ہونے والی یہی تحریک جلد ہی ملک گیر شکل اختیار کر گئی ہر چھوٹے بڑے شہر میں روزانہ جلسے جلوسوں کا انعقاد ہوا ہر مقام پر مشترکہ احتجاجی پروگراموں اور تحریک کو آگے بڑھانے میں علمائے اہل حدیث سرفہرست رہے۔ جن میں علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید، حافظ عبد القادر روپڑی، حافظ عبد الحق صدیقی مولانا محمد حسین شیخوپوری، مولانا محمد رفیق مدن پوری نمایاں تھے۔ ہمارے شہر فیصل آباد میں میاں طفیل احمد (جماعت اسلامی) صدر مجلس عمل اور راقم الحروف سیکرٹری جنرل تھے۔ الغرض تمام مکاتب فکر کے علماء و طلبہ اور نوجوانوں نے شب و روز تحریک کو گرم رکھا علماء امت نے یہ تحریک ایسی منصوبہ بندی اور حکمت عملی سے چلائی کہ سارا ملک سراپا احتجاج بن گیا تحریک کے دوران حکومت نے ایک حمدانی کمیشن تشکیل دیا جس نے ربوہ اسٹیشن کے سانحہ اور دیگر مختلف جگہوں کے پیش آمدہ واقعات کی تحقیقات کی لیکن حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ قومی اسمبلی کو انکوائری کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا اور مرزائی لاہوری پارٹی کے سربراہ پر جرح کی گئی۔ اس کے بعد قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد پر سات روز تک جرح ہوتی رہی۔

قومی اسمبلی کے ممبران میں سے مولانا مفتی محمود اور مولانا شاہ احمد نورانی خاص طور پر گفتگو میں پیش پیش تھے جنہیں راولپنڈی میں اہل حدیث علماء حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری اور مولانا حافظ محمد اسماعیل ذبیح تیاری کرواتے اور مرزا قادیانی کی اصل تصانیف انہیں مہیا کرتے (یاد رہے قادیانیوں نے مرزا کی اکثر کتب کی تحریروں میں کمی بیشی کر دی ہے) یہ کتابیں اگلے روز فاضل ممبرانِ اسمبلی حوالہ کے ساتھ اسمبلی میں دکھاتے، ایک دن مفتی محمود نے مرزا ناصر احمد کو مخاطب کر کے کہا کہ قادیان میں مرزا غلام احمد کے سامنے ایک شاعر نے انکی تعریف کرتے ہوئے یہاں تک کہا نعوذ باللہ

محمد پھر اتر آئے ہیں قادیان میں
اور پہلے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں

مرزا ناصر نے اسے کذب بیانی اور جھوٹ قرار دیا اور حوالہ طلب کیا مفتی صاحب کے پاس کوئی حوالہ نہ تھا ایک دو روز تک حوالہ دکھانے کا وعدہ کیا۔ اس حوالے کے لئے سوائے حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری صاحب رحمہ اللہ کے اور کسی بھی مکتبِ فکر کے عالم دین یا لیڈر کے پاس اصل رسالہ نہ تھا۔ پاک و ہند کی تقسیم سے پہلے قادیان سے ہفت روزہ ''البدر'' شائع ہوتا تھا۔ جس کے صفحہ اول پر یہ قصیدہ شائع ہوا تھا۔ یہ مفتی صاحب کو دیا گیا اور انہوں نے اسمبلی میں اسے پڑھ کر سنایا جس پر مرزا ناصر اور ان کی ذریت کو بڑی ذلت اٹھانا پڑی۔

یہاں پر ایک اور تاریخی حقیقت ذہن میں تازہ ہوگئی ہے ۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران مولانا مودودی رحمہ اللہ نے ایک پمفلٹ ''قادیانی مسئلہ'' لکھ کر ملک بھر میں تقسیم کر دیا اس میں بھی مرزا کے الہاموں اور دعاوی کے حوالے دوسری کتابوں سے دیکھ کر نقل کر دیئے گئے۔ اسی پر مولانا مودودی کو مارشل لاء عدالت سے سزائے موت سنائی گئی تھی جب معاملہ انکوائری کمیشن کے سامنے آیا تو عدالت نے اصل کتابوں کے حوالے طلب کئے چنانچہ حضرت حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری رحمہ اللہ نے یہ باحوالہ کتب مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو فراہم کیں اور مولانا غزنوی رحمہ اللہ جو مقدمہ کی پیروی ایک ماہر وکیل سے بھی بڑھ کر کر رہے تھے جب آپ نے عدالت میں مرزا کی تحریریں پیش کیں تو مولانا مودودی رحمہ اللہ کی سزا عمر قید میں تبدیل کر کے چند ماہ بعد رہا کر دیا گیا۔

بات ہو رہی تھی قومی اسمبلی میں مرزا ناصر احمد پر جرح کی تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ بالآخر ایک سوال پر مرزا ناصر احمد نے کہا کہ جو بھی شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ علامہ اقبال نے یوں ہی نہیں کہا تھا

پنجاب کے اربابِ نبوت کی شریعت
کہتی ہے کہ یہ مومن ہے پارینہ کافر

اس کے بعد قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قرارداد پاس کی جس پر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اس وقت کے وزیر اعظم مسٹر بھٹو نے آئین میں ترمیم کر کے قادیانیوں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا اور ربوہ کو

کھلا شہر بنا دیا گیا۔ اس طرح 90 سال بعد قادیانی فتنہ اپنے انجام کو پہنچا مگر اس آئینی ترمیم پر قانون سازی نہ ہوئی جبکہ ختم نبوت کی تحریک اس قدر منظم اور پر امن تھی کہ صرف تین ماہ دس دن کے اندر اندر اللہ تعالیٰ نے اسے کامیابی سے ہمکنار کیا۔

بعد ازاں ۱۹۸۴ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے تحریکی انداز اختیار کرنے پر صدر جنرل ضیاء الحق نے ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کر کے قادیانیت کی تبلیغ و تشہیر خود کو مسلمان ظاہر کرنے اور شعائر اسلام استعمال کرنے کو جرم قرار دے دیا جس کی سزا تین سال قید بامشقت اور جرمانہ مقرر کی گئیں۔ اس آرڈیننس پر قادیانیوں کا سربراہ آنجہانی مرزا طاہر راتوں رات بھیس بدل کر بھاگ کر لندن جا پہنچا۔ بقول شاعر

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

مرزا طاہر نے اپنے آقا انگریز حکومت کے ڈیرے پر پناہ حاصل کی ساتھ ہی اپنا ہیڈ کوارٹر چناب نگر (ربوہ) سے لندن منتقل کر لیا چند سال پیشتر علمائے فیصل آباد ہی کی کوششوں سے ۱۹۹۸ء میں پنجاب اسمبلی نے متفقہ طور پر ربوہ کا نام تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا اور اسطرح نیا نام چناب نگر رکھا گیا۔ یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ ایک مدت سے مجلس تحفظ ختم نبوت پر ایک خاص مکتب فکر کا قبضہ ہے۔ جبکہ اس تنظیم میں روزِ اول سے سبھی مکاتب فکر کا حصہ اور خدمات ہیں اس بارے میں بھی ایک تاریخی وضاحت یہ ہے کہ متحدہ ہندوستان میں مجلس احرار قادیانیت کے خلاف واحد مشترکہ آواز تھی لیکن سیاست میں دخیل ہونے کے باعث کئی موقعوں پر مجلس احرار پر قدغن اور پابندی لگ جاتی تھی جس سے سارے پروگرام اور قادیانیت کُش سرگرمیاں ٹھپ ہو جاتی تھیں ایک مرتبہ سیالکوٹ میں حضرت مولانا محمد ابراہیم میر رحمہ اللہ کی رہائش گاہ پر احرار قائدین کا ایک اجلاس منعقد ہو رہا تھا جس میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ (جو اس زمانے میں مجلس احرار کے سیکرٹری جنرل تھے) مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، صاحبزادہ فیض الحسن رحمہم اللہ اور دیگر راہنما شمولیت فرما رہے تھے۔ ان میں سے کسی نے مجلس احرار کی سیاسی سرگرمیوں کے ذکر میں تجویز کیا کہ خالص دینی بنیادوں پر

قادیانیت کی تردید کے لئے ایک تنظیم ہونی چاہیے جب اس تنظیم کے نام پر غور وخوض ہوا تو مولانا میر سیالکوٹی نے ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' تجویز فرمایا جسے تمام شرکاء نے پسند کیا اور پھر اسے دیکھتے ہی دیکھتے مقبولیت عامہ حاصل ہوگئی الغرض تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں اہل حدیث مکتبِ فکر اول وآخر ہمیشہ ہی سرفہرست رہا

"ذلك فضل الله يوتيه من يشاء"

یہ بھولی بسری یادیں اور نگارشات ختم کرنے سے پہلے تحدیث نعمت کے طور پر یہ بھی عرض کردوں کے فیصل آباد سے اٹھنے والی اس تحریک کی کامیابی پر فطری طور پر فیصل آباد اور ضلع بھر میں باقی ملک کی نسبت زیادہ ہی خوشی ومسرت کا اظہار کیا گیا۔ جامعہ رضویہ جھنگ بازار میں صاحبزادہ فضل رسول کی صدارت میں ایک بڑا جلسہ منعقد کیا گیا راقم اسٹیج سیکرٹری تھا۔ مختلف مکاتبِ فکر کے راہنماؤں مولانا عبدالرحیم اشرف، صاحبزادہ افتخار الحسن، مولانا محمد شریف اشرف، مولانا محمد رفیق مدن پوری، مولانا اشرف ہمدانی اور مولانا محمد اسماعیل شیعہ نے اظہار تشکر کے طور پر پُر جوش تقریریں کیں اور اختتام جلسہ پر حاضرین میں منوں مٹھائی تقسیم کی گئی شہر وضلع بھر میں جشن کا سماں تھا جس میں مزید قابل ذکر بات یہ ہے کہ فیصل آباد کی مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ممتاز تاجران صوفی احمد دین وحاجی بشیر احمد اور حاجی نذیر احمد صاحبان جوان دنوں میدہ سوجی اور چینی کا وسیع کاروبار کرتے تھے انہوں نے تحریک کی عظیم الشان کامیابی پر سوجی اور چینی کی بیشمار بوریاں دو دو اور پانچ پانچ کلو کے پیکٹ بنا کر بلا امتیاز سب لوگوں میں مفت تقسیم کئے یوں کئی روز تک ہر گھر میں حلوہ خوری کے ساتھ خوشیاں دوبالا کی گئیں۔

کچہری بازار کے مشہور جہانگیر پلاؤ کے مالک مرحوم بھائی فتح محمد (جو راقم کے مستقل جمعہ کی نماز کے مقتدی تھے) نے ان گنت دیگیں پلاؤ پکوا کر تحریک میں کام کرنے والے علماء وکارکنان کے گھر تقسیم کیں۔ اس لحاظ سے کہنا پڑے گا کہ علمائے اہلحدیث کے ساتھ ساتھ ہمارے اہل حدیث تاجر بھی تحریک ختم نبوت میں سرفہرست تھے۔